***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

An Analytical study of Hadiths related to the Baiat (in the light of Sihah Sittah)

بیعت سے متعلق احادیث کا تجزیاتی مطالعہ (صحاح ستہ کی روشنی میں)

Abdul Sami
PhD Scholar, Department of Islamic Thought, Culture & History, AIOU Islamabad.
Email: abdussami2011@yahoo.com
Dr. Tahir Islam Askari
Assistant Professor Department of Islamic Thought, Culture & History, AIOU Islamabad.
Email: tahir.islam@aiou.edu.pk

Abstract

This study examines the concept of Bay'ah in the light of the Hadith literature of the Ṣiḥāḥ Sittah, highlighting its religious, socio-political, and ethical dimensions in early Islamic society. Through a comprehensive analysis of relevant narrations, the research demonstrates that although individual reports concerning specific instances of Bay'ah are mostly āḥād in nature, their collective meaning reaches the level of tawātur maʿnawī,thereby establishing the foundational concept of Bay'ah as definitively authentic.The study identifies approximately twenty-one distinct conditions of Bay'ah reported in the Ṣiḥāḥ Sittah, encompassing core beliefs, acts of worship, moral discipline, and collective responsibilities. It further argues that Bay'ah served multiple objectives, including the continuity of leadership, reinforcement of communal responsibility, moral and spiritual reform, and the organization of collective defense, as evident in events such as the Pledges of ʿAqabah and Riḍwān.Additionally, the research explores the development of Bay'ah within the Sufi tradition, concluding that spiritual Bay'ah represents an ethical and reformative extension of Prophetic practices rather than an independent religious obligation. The study concludes that Bay'ah was not merely a ceremonial act but a comprehensive social, political, and reformative mechanism that played a central role in shaping and sustaining Islamic civilization.

Keywords:
Bay'ah (Pledge of Allegiance), Ṣiḥāḥ Sittah, Hadith Studies, Tawātur Maʿnawī, Islamic Political Thought, Moral and Spiritual Reform, Prophetic Sunnah, Sufi Bay'ah

تمہید

بیعت اسلامی فکر، تاریخ اور روحانی روایت میں ایک نہایت بنیادی، جامع اور ہمہ جہت اصطلاح کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ محض کسی رسمی عہد، وقتی وعدے یا جذباتی وابستگی کا نام نہیں، بلکہ ایک ایسا باقاعدہ اور شعوری معاہدہ ہے جو عقیدے کی پختگی، اطاعتِ قیادت، وفاداری، قربانی، اخلاقی ذمہ داری اور روحانی تربیت جیسے عمیق اور ہمہ گیر مفاہیم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ بیعت درحقیقت فرد اور قیادت کے درمیان ایک ایسا مضبوط ربط قائم کرتی ہے جو فرد کی فکری، عملی اور اخلاقی زندگی کو ایک منظم اجتماعی نظام سے جوڑ دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں بیعت نے سیاسی نظم، قیادت کے تسلسل اور اجتماعی وحدت کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا۔ عہدِ نبوی ﷺ میں مختلف مواقع پر لی جانے والی بیعتوں جیسے بیعتِ عقبہ، بیعتِ رضوان، بیعتِ اسلام، بیعتِ جہاد اور بیعتِ توبہ نے نہ صرف ایک منظم اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی بلکہ ایمان، اطاعت اور اجتماعی ذمہ داری کے ایسے اصول متعین کیے جو بعد کی اسلامی ریاست اور معاشرتی ڈھانچے کے لیے سنگِ میل ثابت ہوئے۔ بیعت کے ذریعے مختلف قبائل، طبقات اور افراد کو ایک نظم کے تحت جمع کیا گیا اور انہیں دینی و اخلاقی مقاصد کے لیے متحد کیا گیا۔ اسی طرح بیعت کا ایک اہم پہلو روحانی و اخلاقی اصلاح سے بھی وابستہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بیعتوں میں صرف سیاسی یا عسکری امور ہی شامل نہ تھے بلکہ شرک سے اجتناب، نماز و زکوٰۃ کی پابندی، سچائی، امانت داری،

خیر خواہی اور جاہلی رسومات سے دوری جیسے اخلاقی تقاضے بھی بیعت کا حصہ بنائے گئے۔ بعد کے ادوار میں اسی اصلاحی اور تربیتی پہلو کو بنیاد بنا کر صوفیانہ روایت میں بیعت کو تزکیۂ نفس اور روحانی رہنمائی کے ایک منظم طریقۂ کار کے طور پر اختیار کیا گیا، اگرچہ اس کی نوعیت اختیاری اور اصلاحی رہی۔

زیرِ نظر تحقیق میں بیعت کے اس ہمہ گیر تصور کو بالخصوص صحاحِ ستہ میں مروی احادیث کی روشنی میں علمی و تحقیقی انداز سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مطالعے کا مقصد یہ جانچنا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں بیعت کی حقیقت، اس کے مقاصد، شرائط اور عملی اطلاقات کیا تھے، نیز یہ کہ حدیثی اعتبار سے بیعت کی روایات کا مقام کیا ہے اور وہ کس حد تک قطعی یا ظنی الثبوت ہیں۔ اس تحقیق کے ذریعے بیعت کے اساسی تصور اور اس کے جزوی و تطبیقی پہلوؤں کے درمیان امتیاز کو واضح کیا گیا ہے، جو بیعت کے معاصر فہم اور اس کے درست اطلاق کے لیے ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

بیعت کا لغوی مفہوم

بیعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ باء، یاء، عین ہے اور اس کی جمع بیعات آتی ہے۔ لغوی اعتبار سے بیعت کا تعلق اصل میں بیع سے ہے۔ عربوں کے ہاں جب خرید و فروخت کا معاملہ قطعی طور پر طے پا جاتا تو فریقین ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے، جسے صفقہ کہا جاتا تھا۔ یہ عمل معاہدے کے مکمل ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا، جیسا کہ "المصباح المنیر فی غریب شرح الکبیر" میں علامہ فیومیؒ نے لکھا ہے:

" وَالْبَيْعَةُ الصَّفْقَةُ عَلَى إِيجَابِ الْبَيْعِ وَجَمْعها بيعات-"[i]

"ترجمہ: بیعت، بیع کے واجب ہونے پر "صفقہ" کو کہتے ہیں، اور اس کی جمع بیعات ہے۔"

یعنی یہ لفظ عام طور پر خرید و فروخت کے معاہدے سے متعلق استعمال ہوتا ہے کہ جب خرید و فروخت کی کارروائی مکمل ہو جاتی ہے تو ہاتھ پر ہاتھ مارا جاتا ہے جسے صفقہ کہا جاتا ہے جو کہ معاہدہ کے مکمل ہونے کی علامت ہے۔ بعد ازاں یہ لفظ محض خرید و فروخت تک محدود نہ رہا بلکہ ہر اس معاہدے کے لیے استعمال ہونے لگا جس میں فریقین کی رضامندی اور التزام پایا جائے۔ اسی بنا پر اطاعت اور مبایعت کے مفہوم میں بھی اس کا استعمال رائج ہوا۔ ابو القاسم صاحب اسماعیل بن عبادؒ (م:385ھ) کے ہاں بھی یہی مفہوم ہے۔ چنانچہ وہ "المحیط فی اللغۃ" میں لکھتے ہیں:

"البيعة : الصفقة لا يجاب البيع والطاعة و يقال: تبا يعوا على الامر " [ii]

"ترجمہ: بیعت، بیع کے وجوب کے وقت صفقہ اور اطاعت ہے، جیسا کہ مقولہ ہے " تبايعوا على الامر " انھوں نے اس معاملے میں اطاعت کی۔"

یعنی امام اسماعیل بن عبادؒ نے بھی اسی مفہوم کی تصدیق کی ہے کہ بیعت کا مطلب بیع کے وقت صفقہ اور اطاعت ہے۔ انہوں نے صفقہ کی تو کوئی مثال نہیں دی، تاہم اطاعت کے مفہوم کے حوالے سے ایک مقولہ نقل کیا ہے "تبايعوا على الامر"، تو اس مقولے کا مطلب ہے کہ لوگوں نے اس معاملے میں اطاعت کا معاہدہ کیا۔ مختصر یہ کہ علامہ فیومیؒ اور ابو القاسم اسماعیل بن عبادؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیعت کا اطلاق، صفقہ اور اطاعت دونوں پر ہوتا ہے جب کہ علامہ فیومیؒ کے ہاں اس کا اطلاق باہمی معاہدوں پر بھی ہوتا ہے جس کے شواہد موجود ہیں۔

مندرجہ بالا تعریفات میں صفقہ کا لفظ استعمال ہوا ہے، بیعت کے مفہوم کو سمجھنے میں لفظ صفقہ کی لغوی تشریح کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ ابن منظور الافریقیؒ (م:711ھ) صفقہ کے بارے میں لسان العرب میں لکھتے ہیں:

"وَصَفَقَ يَدَه بِالْبَيْعَةِ وَالْبَيْعِ وَعَلَى يَدِه صَفْقاً: ضَرَبَ بِيَدِه عَلَى يَدِه، وَذَلِكَ عِنْدَ وُجُوبِ الْبَيْعِ"[iii]

"ترجمہ: بیع اور بیعت کے وقت اپنا ہاتھ مبایع کے ہاتھ میں دیا۔ وَعَلَى يَدِهِ صَفْقاً: سے مراد یہ ہے کہ اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر مارنا، اور ایسا بیع کے واجب یعنی لازم ہونے کے وقت ہوتا ہے۔"

صفقہ عربی زبان کا لفظ ہے جو "صفق" سے نکلا ہے۔ لغوی طور پر "صفق" کا مطلب ہے کسی چیز پر مارنا یا پیٹنا، خاص طور پر ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ عربی میں "صفق" کا مطلب ہوتا ہے کہ آپ اپنے ہاتھوں کو آپس میں ایک دوسرے پر ماریں۔ یہی عمل جب معاہدے یا کسی عمل کی تکمیل کی علامت کے طور پر کسی دوسرے شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے، تو اسے "صفقہ" کہتے ہیں۔ جیسا کہ "لسان العرب" کی منقولہ عبارت میں ہے کہ وَصَفَقَ يَدَه بِالْبَيْعَةِ وَالْبَيْعِ یعنی بیع اور بیعت کے وقت ہاتھ پہ ہاتھ مارنا۔ وَعَلَى يَدِه صَفْقاً: --- یہ ایک مقولہ ہے: اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ پر مارنا۔ وَذَلِكَ عِنْدَ وُجُوبِ الْبَيْعِ۔ اور ایسا اس وقت کیا جاتا ہے جب سودا پکا ہو جاتا ہے۔ یعنی جب دو فریق خرید و فروخت کا معاہدہ کرتے ہیں، تو معاہدے کی تکمیل کی علامت کے طور پر، وہ اپنے ہاتھوں کو آپس میں مارتے ہیں، یہ عمل اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ خرید و فروخت کا معاہدہ مکمل ہو چکا ہے اور فریقین نے اس پر رضامندی ظاہر کر دی ہے۔ یہ معاہدہ کے حتمی اور مکمل ہو جانے کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح "صفقہ" بیعت کے

عمل میں بھی اس بات کا اظہار ہے کہ بیعت کرنے والے افراد نے رہنما یا قیادت کے ساتھ مکمل رضامندی اور اطاعت کا عہد کیا ہے اور یہ عمل معاہدے کی رسمی تصدیق اور فریقین کے درمیان اعتماد اور رضامندی کی علامت ہے اور یہ عمل اس وقت ہوتا ہے جب سودا قطعی طور پر لازم ہو جائے۔ صاحب قاموس المحیط، محمد بن یعقوب فیروزآبادیؒ نے بھی صفقہ کا مفہوم یہی بیان کیا ہے۔[iv]

جیسا کہ ماقبل میں ماہرین لغت کی عبارات نقل کی گئیں کہ جن میں انہوں نے لکھا کہ بیعت اصل میں صفقہ کو کہا جاتا ہے اور صفقہ اس مار یا چوٹ کو کہتے ہیں جو فریقین معاہدہ کی تکمیل پر ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر پیدا کرتے ہیں، البتہ بعد میں ہاتھ میں ہاتھ دینے کو بیعت سے تعبیر کیا جانے لگا۔ صفقہ کا یہی مفہوم صحیح مسلم کی ایک حدیث سے بھی سمجھا جا رہا ہے:

ومن بايع إماما فاعطاه صفقة يده۔۔۔[v] "اور جو کسی امام سے بیعت کرلے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دے۔۔۔"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ بیعت کا عمل ہاتھ میں ہاتھ دینے کے ساتھ ہوتا تھا، جسے صفقہ کہا جاتا تھا۔

بیعت کا مادۂ اشتقاق

جمہور اہلِ علم کے نزدیک بیعت کا اصل مادہ بیع ہی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بیع اور بیعت دونوں میں ایک قدرِ مشترک پائی جاتی ہے، یعنی ہاتھ بڑھا کر معاہدہ کرنا۔ جیسا کہ علامہ راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں:

"وبايع السلطان: إذا تضمن بذل الطاعة له بما رضخ له، ويقال لذلك: بيعة ومبايعة "[vi]

"ترجمہ: اور اس نے سلطان کی بیعت کی: اس میں اس کے اختیار کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اس کی اطاعت کا عہد کرنا شامل تھا، اور اسی وجہ سے اسے بیعت اور مبایعہ کہا جاتا ہے۔"

علامہ راغب اصفہانیؒ نے بیعت کو بیع سے ماخوذ مانا ہے اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بايع السلطان اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص سلطان کے سامنے اطاعت کا وعدہ پیش کرے جس پر وہ راضی ہو، اسے بیعت اور مبایعۃ کہا جاتا ہے۔ اس وضاحت کے مطابق، بیعت کا مفہوم دراصل ایک معاہدہ یا سودا ہے جہاں ایک فرد اپنی اطاعت اور وفاداری کو پیش کرتا ہے، اور دوسرے فریق کی طرف سے اسے تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح اسی خرید و فروخت (بیع) کے عمل سے مستعار لی گئی ہے جہاں بیعت کرنے والا اپنی وفاداری اور اطاعت کو فروخت کرتا ہے اور بیعت لینے والا اسے قبول کرتا ہے۔ اس طرح بیعت ایک باہمی معاہدہ بن جاتا ہے جس میں وفاداری اور اطاعت کا تبادلہ کیا جاتا ہے۔

بیعت کا اصطلاحی مفہوم:

محدثین کے ہاں بیعت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ بیعت، معاہدہ سے عبارت ہے، یعنی بیعت ایک معاہدہ کی طرح ہے کہ اس میں بھی دونوں اطراف سے عہد کیا جاتا ہے جیسے ایک معاہدے میں دونوں طرف سے لین دین ہوتا ہے۔ یہی بات حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"المبايعة: عبارة عن المعاهدة، سميت بذلك تشبيها لها بالمعاوضة المالية كما في قوله تعالى ان الله اشترى من المومنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة ۔"[vii]

"ترجمہ: مبایعۃ عبارت ہے معاہدے سے اور اس کو مبایعۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مشابہ ہے مالی معاوضہ کے ساتھ، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ان اللہ اشتری۔۔ میں ہے، یعنی اللہ تعالی نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے جنت کے بدلے میں۔"

یعنی کہ بیعت ایک دو طرفہ معاہدے کی طرح ہے کیونکہ یہ مالی معاوضہ کے ساتھ مشابہ ہے، جیسے کسی بھی مالی معاملے میں دونوں اطراف سے بدل موجود ہوتا ہے ایسے ہی بیعت بھی دو طرفہ معاملہ ہے جس میں ایک طرف سے اطاعت کا وعدہ ہوتا ہے اور دوسری طرف سے جنت کی ضمانت ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے: " نَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یعنی اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں جنت کے بدلے میں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے جان و مال کو خریدنے کے بدلے میں ان سے جنت کا وعدہ کیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومن اللہ کی رضا کے لیے اپنی جان و مال قربان کرتے ہیں، اور اللہ ان کو اس قربانی کے بدلے میں جنت عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح بیعت بھی ایک قسم کا معاہدہ یا سودا ہے، جس میں وفاداری، اطاعت، اور قربانی کا عنصر شامل ہے، اور یہی وجہ ہے کہ بیعت کو "معاہدہ" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا، بیعت محدثین کی اصطلاح میں ایک ایسا معاہدہ ہے جو اللہ، رسول، یا کسی رہنما کے ساتھ اطاعت، وفاداری، اور قربانی کے عہد پر مبنی ہوتا ہے، اور یہ مالی لین دین کے عمل سے مشابہ ہے۔ ایسے ہی علامہ بدرالدین عینیؒ نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں بیعتِ اسلام کی تعریف کی ہے جس سے مطلقا بیعت کی بھی تعریف معلوم ہو جاتی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وهي عبارة عن المعاقدة على الإسلام والمعاهدة كأن كل واحد منهما باع ما عنده ما صاحبه وأعطاه خلاصة نفسه وطاعته ودخيلة أمره [viii]"

"ترجمہ: یہ اسلام پر باہمی عقد ہے اور معاہدہ میں ہر ایک نے جو کچھ اس کے پاس تھا، بیچ ڈالا اس کے بدلے میں جو اس کے دوسرے ساتھی کے پاس تھا۔ اور اسے اپنی ذات اور اپنے معاملے میں اس کے دخل دینے کا جوہر عطا کیا۔"

یعنی کہ بیعت اسلام دراصل اسلام پر باہمی معاہدہ اور پختہ عہد ہے۔ اس کو یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسا عقد ہے جس میں ہر فریق دوسرے کے ساتھ اس طرح جُڑ جاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی چیز بیچ کر دوسرے کی چیز خرید لیتا ہے۔ گویا بیعت میں انسان اپنی خواہشات، آزادی اور ذاتی امور کو نبی کریم ﷺ یا امام کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کے بدلے میں ایمان، ہدایت اور اطاعت کا رشتہ خرید لیتا ہے۔

قرآن میں لفظ بیعت کا استعمال:

قرآن مجید میں "بیعت" کا براہ راست استعمال تین مقامات پر ہوا ہے، جن میں سے دو مرتبہ سورہ الفتح میں اور ایک مرتبہ سورہ الممتحنہ میں ہوا ہے۔

1۔ سورہ الفتح کی آیت نمبر 10 میں ارشاد ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۚ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ[ix] "بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ دراصل اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔"

یہ آیت بیعت رضوان کے موقع پر نازل ہوئی جب صحابہؓ نے نبی ﷺ سے قریش کے خلاف جہاد پر بیعت کی تھی۔ اس آیت سے بیعت کو ایک روحانی اور خدائی معاہدہ قرار دیا گیا۔

2۔ سورہ الفتح کی آیت نمبر 18 میں ارشاد باری ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ[x] ---الخ "بیشک اللہ مؤمنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔"

یہ بھی بیعت رضوان کی ایک توثیق ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی اس بیعت پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔

3۔ سورہ الممتحنہ کی آیت نمبر 12 میں ارشاد ربانی ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ[xi]---الخ "اے نبی! جب آپ کے پاس مومن عورتیں آپ سے بیعت کرنے آئیں۔"

یہ آیت عورتوں کی بیعت کے بارے میں ہے، جو مدینہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد نبی ﷺ سے بیعت کرتی تھیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ سورہ التوبہ میں بیع کا لفظ بھی بیعت کے اسی مفہوم میں وارد ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[xii]---الخ یعنی اللہ پاک نے مومنوں سے ان کی جانوں اور اموال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ اور اسی آیت کے آخر میں ہے: فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ---الخ یعنی پس اپنی اس بیع پر خوشی مناؤ جو تم نے کی۔

موضوع کی اہمیت

اسلام محض چند عبادات یا عقائد کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو انسان کی انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی، سماجی اور سیاسی نظام تک ہر پہلو کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسی جامع اسلامی نظام میں بیعت کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بیعت وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے امتِ مسلمہ وحدت میں بندھتی ہے، شریعت کی اطاعت کو قبول کرتی ہے، اور ایک منظم سیاسی و اخلاقی قیادت سے وابستہ ہوتی ہے۔ بیعت دراصل عوام اور قیادت کے درمیان ایک باقاعدہ عہد ہے جو معاشرے کو انتشار سے بچاتا اور نظم و استحکام فراہم کرتا ہے۔ بیعت کے اس عہد کے ذریعے افراد اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ وہ قیادت کی جائز ہدایات کی پیروی کریں گے اور اجتماعی نظام کا حصہ بن کر رہیں گے۔ اسی لیے بیعت کا مطالعہ صرف مذہبی نقطۂ نظر سے ہی نہیں بلکہ تاریخی اور سماجی پہلوؤں سے بھی بے حد اہم ہے، کیونکہ اسلامی تاریخ، ریاستی نظم اور امت کے اجتماعی شعور کی تشکیل میں بیعت نے مرکزی کردار ادا کیا ہے۔

قرآنِ کریم میں بیعت کی اہمیت کا واضح تذکرہ موجود ہے، جیسا کہ ما قبل میں ان آیات کا بیان گزرا جن میں بیعت کا تذکرہ ہے خصوصاً بیعتِ رضوان کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس میں شریک تمام صحابۂ کرامؓ سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا، جس سے بیعت کی دینی و روحانی حیثیت اور اس کی غیر معمولی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔[xiii] اور اسی طرح سیرت نبوی ﷺ میں تو بے شمار واقعات سے بیعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے جیسا کہ ایک مثال بیعتِ عقبہ ہے جو اسلام کے اہم ترین تاریخی واقعات میں

شمار ہوتی ہے، کیونکہ اسی بیعت کے نتیجے میں ہجرتِ نبوی ﷺ کا راستہ ہموار ہوا اور مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ اسلام کے عروج واستحکام کا عملی سفر شروع ہوا۔[xiv] اس کے بعد بھی ہر اہم موقع پر بیعت لینے سے اس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت متواترہ ہے۔

بیعت کے صحابہؓ پر اثرات

صحاحِ ستہ میں بیعت سے متعلق متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جن میں بیعت کے الفاظ اور ان کے عملی اثرات کا تفصیلی بیان ملتا ہے۔ ان روایات کے مجموعی مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیعت کے مختلف مواقع اور بیعت کرنے والوں کے حالات واستعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے متنوع الفاظ اور شرائط مقرر فرمائیں، جو بیعت کے کثیر الجہتی اور جامع کردار کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس ضمن میں حضرت عوف بن مالکؓ کی روایت قابلِ توجہ ہے، جس میں بیان ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض فقیر صحابہؓ سے بیعت لیتے وقت یہ شرط عائد فرمائی کہ کسی انسان سے سوال نہ کرنا۔ ان صحابہؓ نے اس ہدایت کی ایسی سختی سے پابندی کی کہ اگر کسی سوار کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ ساتھ کھڑے کسی شخص سے اتنی معمولی درخواست بھی نہ کرتے کہ وہ کوڑا اٹھا کر دے۔[xv] اسی طرح حضرت ثوبانؓ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ وہ ان صحابہ میں شامل تھے جنہوں نے اسی نوعیت کی بیعت کی تھی، اور وہ اس فرمانِ نبوی پر اس قدر کاربند تھے کہ اگر سواری پر بیٹھے ہوئے ان سے کوڑا گر جاتا تو کسی دوسرے سے اٹھانے کی درخواست کرنے کے بجائے خود سواری سے اتر کر اسے اٹھاتے تھے۔[xvi]

ان بیعتوں نے جن صحابہؓ کی زندگیوں پر ان مٹ نقوش چھوڑے ان میں حضرت جریر بن عبد اللہؓ بھی ایک روشن مثال ہیں، آپؓ جب حضور ﷺ سے بیعت کرنے آئے۔ چونکہ وہ اپنی قوم کے سردار تھے[xvii] تو ان کے لیے اپنی قوم کے لیے خیر خواہی بہت ضروری تھی تو آپ ﷺ نے خیر خواہی کو بھی بیعت کا حصہ بنا دیا ،چنانچہ وہ فرماتے ہیں: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وأَنَّ مُحَمَّدًا رسولُ اللهِ، وإِقَامِ الصَّلَاةِ، و إِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔[xviii]

"ترجَمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ،مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ کی گواہی دینے، اور نماز قائم کرنے، اور زکوٰۃ ادا کرنے اور سننے اور اطاعت کرنے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ "

اس بیعت کر لینے کے بعد حضرت جریر بن عبد اللہؓ ساری زندگی اس عہد کو نبھاتے رہے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ نے شرح صحیح مسلم (المنہاج) میں حافظ طبرانیؒ کے حوالہ سے حضرت جریر بن عبد اللہؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ روایت کے مطابق حضرت جریرؓ نے اپنے غلام کو تین سو درہم میں گھوڑا خریدنے کی ہدایت دی۔ غلام ایک گھوڑا خرید کر اس کے مالک کو ساتھ لے آیا تاکہ وہ حضرت جریرؓ سے قیمت وصول کر لے۔ حضرت جریرؓ نے اس سے فرمایا : کیا تم یہ گھوڑا چار سو درہم میں فروخت کرو گے ؟جب وہ اس پر آمادہ ہو گیا تو آپؓ نے فرمایا : کیا پانچ سو درہم میں بیچو گے ؟اسی طرح قیمت بڑھاتے بڑھاتے اسے آٹھ سو درہم تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت جریرؓ نے وضاحت فرمائی کہ میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت کی تھی اور چونکہ اس شخص کو اپنے گھوڑے کی اصل قیمت کا صحیح اندازہ نہ تھا، اس لیے خیر خواہی کے تقاضے کے تحت میں نے اس کی قیمت بڑھا دی۔[xix] اسی مفہوم کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جریرؓ جب بھی کوئی معاملہ طے کرتے تو خریدار سے صاف الفاظ میں کہہ دیتے کہ یہ چیز ہمیں زیادہ پسند آئی ہے، تاہم آپ کو مکمل اختیار ہے؛ چاہیں تو ہمیں فروخت کریں اور چاہیں تو معاملہ منسوخ کر دیں۔[xx] حضرت جریر بن عبد اللہؓ کا یہ طرزِ عمل ثابت کرتا ہے کہ بیعت نے ان پر کتنا گہرا اثر کیا۔

اسی طرح حضور ﷺ نے بالخصوص صحابیاتؓ سے نوحہ نہ کرنے کی بیعت لی تو اس کے اثرات بھی صحابہؓ کی زندگیوں میں نظر آئے کہ انہوں نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ ان کی وفات کے وقت نوحہ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنے اہلِ خانہ کو اس بات کی سختی سے وصیت فرمائی کہ ان کے جنازے کے ساتھ نوحہ کرنے والوں کو شامل نہ کیا جائے اور نہ ہی آگ ساتھ لے جائی جائے۔[xxi]

بیعت کی روایات کا مقام

بیعت سے متعلق روایات کو حدیث اور اصولِ حدیث کے تناظر میں دیکھا جائے تو ان کا مقام نہایت اہم اور واضح ہے۔ اگرچہ بیعت کے مختلف مواقع اور اقسام سے متعلق احادیث اپنی انفرادی حیثیت میں عموماً خبرِ واحد کے درجے میں آتی ہیں، تاہم ان کا مجموعی مفہوم اس قدر کثرتِ طرق اور تنوعِ مواقع کے ساتھ منقول ہے کہ وہ تواترِ معنوی کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس بنا پر بیعت کا اصل اور بنیادی تصور قطعی الثبوت شمار ہوتا ہے۔ بیعت سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچنے والی احادیث تعداد کے اعتبار سے خاصی وافر ہیں۔ ان میں سے صرف صحاحِ ستہ میں وارد ہونے والی صحیح روایات کی تعداد ترپن (53) ہے، جبکہ دیگر کتبِ حدیث میں اس کے علاوہ بھی متعدد روایات منقول ہیں، اور کتبِ سیرت میں بیعت کے مختلف مواقع کی تفصیلی کیفیت علیحدہ طور پر ملتی ہے۔ یہ تمام روایات انفرادی حیثیت سے آحاد کے

درجے میں شمار ہوتی ہیں، کیونکہ بیعت کے مختلف مواقع پر وارد ہونے والی احادیث کے الفاظ، اسالیب اور سیاق و سباق ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اسی بنا پر انہیں حدیثِ متواتر باللفظ نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم ان تمام روایات کا مجموعی مفہوم ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کے لیے صحابۂ کرامؓ سے بیعت لی۔ اس اعتبار سے یہ روایات تواترِ معنوی کو ثابت کرتی ہیں، یعنی بیعت کا اصل تصور، رسول اللہ ﷺ کا اپنے صحابہؓ سے بیعت لینا، معنوی تواتر کے درجے تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً بیعتِ اسلام سے متعلق جو صحیح روایات صرف صحاحِ ستہ میں نقل ہوئی ہیں، ان کی تعداد اٹھائیس (28) ہے۔ اسی طرح بیعتِ رضوان (حدیبیہ) کے موقع پر لی گئی بیعت کی روایات بھی متعدد صحابۂ کرامؓ سے منقول ہیں، جن میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ، سلمہ بن الاکوعؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، معقل بن یسارؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ شامل ہیں۔ اسی طرح بیعتِ جہاد، بیعتِ سمع و طاعت، بیعتِ نساء اور بیعتِ توبہ سے متعلق احادیث بھی اپنی اپنی اسناد کے اعتبار سے آحاد کے درجے میں آتی ہیں، لیکن چونکہ ان سب کا موضوع اور مرکزی مفہوم مشترک ہے، یعنی ایمان، اطاعت اور التزامِ دین، اس لیے یہ روایات اپنے مجموعی اثر کے اعتبار سے تواترِ معنوی کے مفہوم کو مضبوط کرتی ہیں۔ فقہاء اور اصولیین کے نزدیک اگر کسی ایک مفہوم پر ہر دور اور ہر طبقے میں مختلف طرق سے روایات وارد ہوں تو ان کا مجموعہ معنوی تواتر کے درجے تک پہنچ سکتا ہے، اور بیعت سے متعلق روایات کی کیفیت بھی اسی اصول کے عین مطابق ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بیعت کا بنیادی تصور، یعنی نبی اکرم ﷺ کا صحابۂ کرامؓ سے ایمان، اطاعت، جہاد اور خیر خواہی جیسے مختلف دینی و اجتماعی موضوعات پر بیعت لینا، تواترِ معنوی سے ثابت ہے، جبکہ بیعت کی مخصوص اقسام یا خاص موقع سے متعلق وارد ہونے والی احادیث انفرادی حیثیت سے آحاد کے درجے میں شمار ہوتی ہیں۔ البتہ بعض بیعتوں کی روایات اپنی کثرتِ طرق، شہرت اور وسعتِ نقل کے باعث مستفیض یا مشہور کے درجے تک پہنچ جاتی ہیں، جیسا کہ بیعتِ رضوان سے متعلق روایات، جو نہ صرف حدیثی شہادت رکھتی ہیں بلکہ قرآنِ کریم کی صریح تائید سے بھی مؤید ہیں۔

اس تناظر میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی مندرجہ ذیل روایت کو بھی بطور نظیر پیش کیا جا سکتا ہے، جس میں انہوں نے غزوۂ خندق کے دوران صحابۂ کرامؓ کے لبوں پر جاری اشعار کا تذکرہ کیا ہے۔ ان اشعار میں اسلام سے وابستگی اور راہِ جہاد میں ثابت قدمی پر عہد و بیعت کا مفہوم نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ یہ روایت صحاحِ ستہ کی تمام چھ کتب میں اٹھارہ (18) مختلف مقامات پر نقل ہوئی ہے، جو اس کے قبولِ عام اور حدیثی شہرت کی واضح دلیل ہے۔ وہ روایت یہ ہے: عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَعَلَ المُهَاجِرُونَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الخَنْدَقَ حَوْلَ المَدِينَةِ وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى مُتُونِهِمْ وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا * عَلَى الإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدًا- وَالنَّبِيُّ ﷺ يُجِيبُهُمْ وَيَقُولُ (اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الآخِرَةِ * فَبَارِكْ فِي الأَنْصَارِ وَالمُهَاجِرَةِ)[xxii]

"ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود کر مٹی کو اپنی پیٹھ پر لاد کر باہر پھینک رہے تھے اور کہتے جاتے: ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے اسلام پر بیعت کی جب تک ہم زندہ باقی رہیں گے۔ اور نبی کریم ﷺ ان کو جواب دیتے ہوئے فرما رہے تھے (یا اللہ! بے شک آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں، پس تو انصار اور مہاجرین کو برکت عطا فرما۔"

مزید برآں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی مندرجہ ذیل روایت، جس میں نبی اکرم ﷺ نے شرک، چوری اور دیگر اخلاقی و سماجی برائیوں سے اجتناب پر بیعت لی، صحاحِ ستہ میں بیس (20) مختلف مقامات پر نقل ہوئی ہے۔ بالخصوص امام بخاریؒ نے اس روایت کو سات مستقل اسانید کے ساتھ نو مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے، جو اس کی حدیثی قوت اور شہرت کی واضح علامت ہے۔ عبادہ بن صامتؓ کی روایت یوں ہے: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ، وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: (بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا، وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ، وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ، وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللهُ فَهُوَ إِلَى اللهِ، إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ) فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ-[xxiii]

"ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کہ آپ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی: مجھ سے بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گے، نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے، نہ کوئی ایسا بہتان لگاؤ گے جسے تم اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑتے ہو، اور نیک کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ پس تم میں سے جو کوئی اپنا وعدہ پورا کرے گا اس کا اجر خدا کے پاس ہے اور جو شخص ان میں سے کسی کام میں مبتلا ہو اور اسے دنیا میں عذاب دیا جائے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ اور جو شخص ان میں سے کسی کام میں مبتلا ہو، پھر خدا نے اس پر پردہ ڈال دے، تو یہ خدا کے اختیار میں ہے، اگر وہ چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا، اور اگر وہ چاہے گا تو اسے سزا دے گا۔ چنانچہ ہم نے ان باتوں پر آپ سے بیعت کر لی۔"

اسی طرح حضرت جریر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ ... وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ-[xxiv] یہ بھی کتبِ حدیث میں نمایاں مقام رکھتی ہے، جو صحاحِ ستہ میں سے ابن ماجہ کے سوا، باقی تمام مجموعات میں سترہ (17) مقامات پر منقول ہے، اور یہ امر اس روایت کے کثیر التداول ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

چنانچہ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ بیعت کا جوہری اور اساسی تصور حدیثی و تاریخی دونوں زاویوں سے قطعی طور پر ثابت ہے، البتہ اس کے بعض تفصیلی، عملی اور تطبیقی پہلو ایسے ہیں جن کی بنیاد ظنی الثبوت روایات پر قائم ہے۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ بیعت کا اصل اور بنیادی تصور حدیث اور تاریخ دونوں اعتبار سے قطعی الثبوت ہے۔

بیعت کے مقاصد

احادیث کے اس مجموعی مطالعے سے بیعت کے متعدد اہم مقاصد اور عملی پہلو سامنے آتے ہیں۔ ان میں ایک بنیادی مقصد قیادت کے تسلسل کو یقینی بنانا ہے، یعنی بیعت کے ذریعے کسی اجتماعی نظم اور قیادت کو نہ صرف سماجی قبولیت حاصل ہوتی ہے بلکہ اسے شرعی اور عملی جواز بھی میسر آتا ہے۔ اسی طرح بیعت افراد کو محض انفرادی وابستگی سے نکال کر اجتماعی ذمہ داری اور نظمِ جماعت میں منسلک کرنے کا مؤثر ذریعہ بنتی ہے۔ مزید برآں بیعتِ توبہ کا مقصد اخلاقی تزکیہ، نیت کی اصلاح اور قول و عمل کے باہمی ربط کو مضبوط کرنا تھا، جبکہ بیعتِ جہاد واضح طور پر اجتماعی دفاع اور جدوجہد کو ایک منظم فریم ورک میں ڈھالنے کا ذریعہ بنی۔ اسی طرح بیعت کے ذریعے مختلف قبائل اور گروہوں کو ایک متحد جماعت میں منظم کیا گیا، جیسا کہ بیعتِ عقبہ کے واقعے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تمام مقاصد اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ بیعت محض ایک رسمی یا علامتی عمل نہیں تھی، بلکہ ایک جامع سماجی، سیاسی اور اصلاحی نظام تھا، جس نے اسلامی معاشرے کی تشکیل، استحکام اور تسلسل میں نہایت اہم اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

بیعت کی اقسام

صحاح ستہ کی روایات کے مطالعے سے تقریباً اکیس (21) متنوع شرائط پر حضور ﷺ نے بیعت لی۔ ان میں بنیادی عقائد، عبادات، اخلاقی اقدار اور اجتماعی نظم سے متعلق متعدد پہلو شامل ہیں۔ مثلاً اسلام قبول کرنے پر بیعت، شہادتین کے اقرار پر بیعت، شرک سے اجتناب پر بیعت، نماز کے قیام پر بیعت، زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت، ہر حال میں سمع وطاعت پر بیعت، ہجرت پر بیعت، جہاد پر بیعت، حتیٰ کہ موت تک دین پر ثابت قدم رہنے پر بیعت۔ اسی طرح میدانِ جہاد میں صبر و استقامت اختیار کرنے، پیٹھ نہ پھیرنے، اور مصائب کے وقت نوحہ، گریبان چاک کرنے، بال بکھیرنے، ویل پکارنے اور چہرہ نوچنے جیسی جاہلی رسومات سے اجتناب پر بھی بیعت لی گئی۔ مزید برآں مسلمانوں کی خیر خواہی، چوری نہ کرنے، اولاد کو قتل نہ کرنے، حق بات کہنے اور بعض مواقع پر بیعتِ تبریک جیسے امور بھی بیعت کی شرائط میں شامل رہے۔

اسی طرح بیعتِ تصوف کے بنیادی اصول نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور بعض صحیح احادیث سے بالواسطہ طور پر مستفاد ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے متعدد مواقع پر صحابہؓ سے اطاعت، خیر خواہی، گناہوں سے اجتناب اور اخلاقی التزام پر بیعت لی، جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت جریر بن عبد اللہؓ اور دیگر صحابہ کی روایات سے واضح ہے۔

---

[i] احمد بن محمد بن علی الفیومی، المصباح المنیر فی غریب شرح الکبیر، 1:9، مادہ: باع، المکتبہ العلمیہ، بیروت، س ن

[ii] الصاحب اسماعیل بن عباد، المحیط فی اللغۃ، 1: 127، مادۃ: وعی، عالم الکتب، بیروت، طبع اول، 1414ھ / 1994

[iii] ابن منظور الافریقی، لسان العرب، 10:200، دار صادر بیروت۔ طبع ثالث 1414ھ

[iv] محمد بن یعقوب الفیروز آبادی، القاموس المحیط، 1:900، مادہ: صفق، مؤسسہ الرسالہ، بیروت۔ طبع ہشتم 1426 / 2005

[v] مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، 3:1472، حدیث نمبر: 1844، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء، کتاب الإمارۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ط ن

[vi] الحسین بن محمد بن المفضل الأصفهانی، مفردات ألفاظ القرآن، 1:131، دار النشر / دار القلم، دمشق۔ س ن

[vii] احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، 1:64، دار المعرفۃ، بیروت۔ 1379ھ

[viii] بدر الدین عینی، عمدۃ القاری، ج 10:245، تشریح حدیث؛ 455، باب المدینۃ تنفی الخبث، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ س ن

[ix] الفتح: 10:48

[x] الفتح: 18:48

[xi] الممتحنہ: 12

[xii] التوبہ 111:9

[xiii] الفتح 18:48

[xiv] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، 15:1 حدیث:18، باب علامۃ الإیمان حب الأنصار، دار ابن کثیر، الیمامہ، بیروت۔ طبع ثالث 1987

[xv] مسلم بن الحجاج القشيري، صحيح مسلم، 2:721، حدیث:1043 ، کتاب الزکاۃ- باب کراھۃ المسألۃ للناس۔

[xvi] محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجہ، 1:588، حدیث:1837، باب کراہیۃ المسئلۃ، دار الفکر- بیروت۔ س ن

[xvii] حافظ عبد الستار الحماد، ہدایۃ القاری، ج2:38، حدیث:524، کتاب الایمان، باب البیعۃ علیٰ اقامۃ الصلوٰۃ، مکتبہ دار السلام، لاہور۔ 1437ھ

[xviii] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، 2:757، حدیث:2049 ، کتاب البیوع، باب ھل یبیع حاضر لباد بغیر أجر وھل یعینہ أو ینصحہ۔

[xix] یحیٰ بن شرف النووی، المنہاج فی شرح صحیح مسلم، 1:401، حدیث:201، کتاب الایمان، باب الدین النصیحۃ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ س ن

[xx] احمد بن علی ابن حجر، فتح الباری، 1:140، حدیث:58، کتاب الایمان۔

[xxi] یحیی بن شرف النووي، شرح النووي علی صحیح مسلم، 2:138، حدیث:121، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ۔

[xxii] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، 3:1043، حدیث:2680، کتاب المغازی، باب حفر الخندق۔

[xxiii] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، 15: 1، حدیث:18، کتاب الإیمان، باب علامۃ الإیمان حب الأنصار۔

[xxiv] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، 2:757، حدیث:2049 ، کتاب البیوع، باب ھل یبیع حاضر لباد بغیر أجر وھل یعینہ أو ینصحہ۔